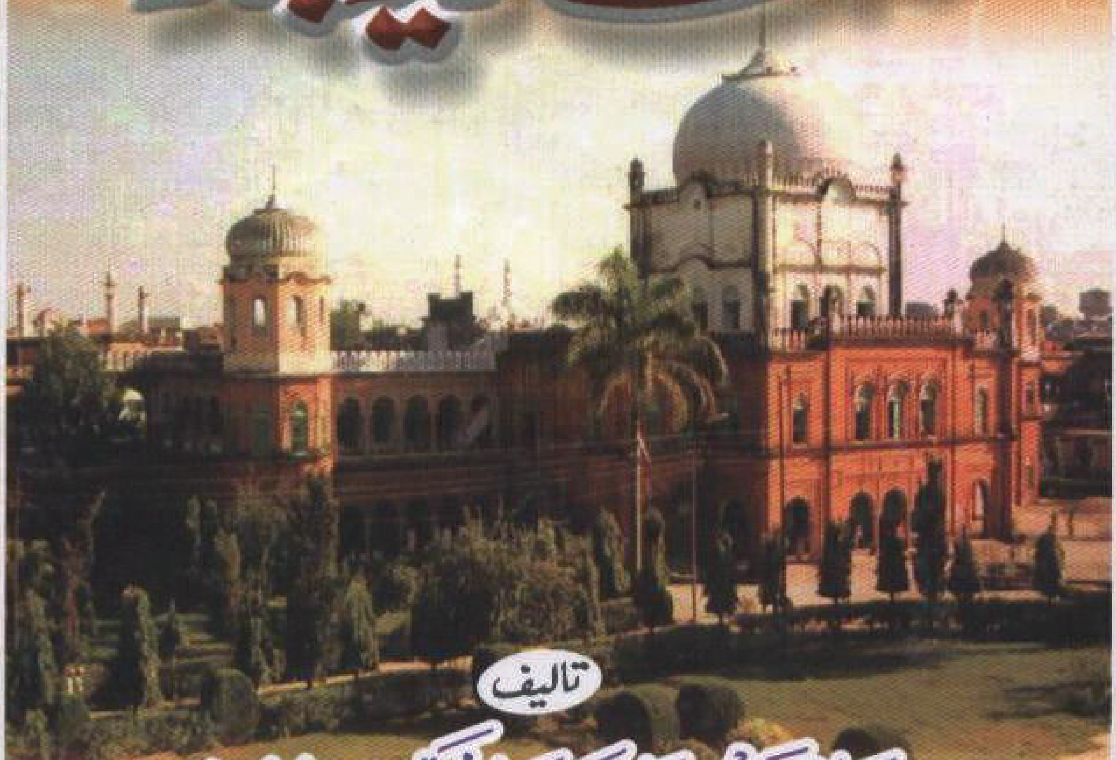
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کے درمیان صلح کراؤ!

تُہمتِ وہابیت

اور

عُلمائے دیوبند



تالیف

جناب حضرت نثار احمد خان فتحی صاحب مدظلہ العالی

پسند فرمودہ

حضرت مفتی عبد المجید دین پوری مدظلہ

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾

"تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کے درمیان صلح کراؤ۔"

تہمتِ وہابیت
اور
علمائے دیوبند

تالیف

جناب حضرت نثار احمد خان فتحی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵ بہادرآباد کراچی نمبر ۵

فون: ۲۹۳۵۴۹۳-۰۲۱۳

۰۳۲۱-۲۲۷۷۹۱۰

نام کتاب .... تہمت وہابیت اور علمائے دیوبند
مؤلف .... جناب حضرت نثار احمد خان فتحی مدظلہٗ
ناشر .... مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

اسٹاکسٹ: **مکتبہ خلیلیہ**
دکان ۱۹، اسلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

دیگر ملنے کے پتے

کتب خانہ اشرفیہ .... اردو بازار، کراچی
زم زم پبلشرز .... اردو بازار، کراچی
کتب خانہ مظہری .... گلشن اقبال، کراچی
اقبال بک سینٹر .... صدر، کراچی
دارالاشاعت .... اردو بازار، کراچی
اسلامی کتب خانہ .... بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ انعامیہ .... اردو بازار، کراچی
مکتبہ عمر فاروق .... شاہ فیصل کالونی، کراچی
مکتبہ رحمانیہ .... لاہور
ادارہ اسلامیات .... لاہور
مکتبہ قاسمیہ .... لاہور
مکتبہ حرمین .... لاہور
المیزان .... لاہور
مکتبہ حقانیہ .... ملتان
مکتبہ رشیدیہ .... کوئٹہ

فہرستِ مضامین

کے پیچھے نماز پڑھی۔

(۹) عید کی نماز کے وقت لوگوں نے جمع ہو کر مولانا شاہ اسماعیل شہید سے عرض کیا کہ امام عیدگاہ بدعتی ہے ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے عید کی نماز کا بندوبست کسی دوسری جگہ کرنا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

”جماعت میں تفرقہ ڈالنے والوں پر لعنت آئی ہے ہم تفرق بین المسلمین کا باعث نہیں بنیں گے۔ امام عیدگاہ ہمارے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد ہیں وہ یہ باتیں نفسانیت کی وجہ سے کہتے ہیں عقیدے کی بنا پر نہیں کہتے۔ (امام عیدگاہ وہ تھے جو یہ کہتے تھے کہ مولوی اسماعیل جس کو حرام کہے گا وہ میرے نزدیک حلال اور جس کو حلال کہے گا وہ میرے نزدیک حرام) ایسے مخالف کے قول کی تاویل کر کے اس کو فسادِ عقیدہ سے بچالیا۔

(۱۰) مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کو جب مولانا احمد رضا خاں کے انتقال کی خبر ملی تو آپ نے إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھ کر فرمایا: ”فاضل بریلوی نے ہمارے بعض بزرگوں اور اس ناچیز کے بارے میں جو فتوے دیے ہیں وہ سب رسول اللہ ﷺ کی محبت کے جذبے سے مغلوب ہو کر دیے ہیں۔ اس لیے ان شاء اللہ تعالیٰ عند اللہ معذور اور مرحوم و مغفور ہوں گے۔ میں اختلاف کی وجہ سے بدگمانی نہیں کرتا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الجامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں کہ جن علماء نے ہمارے بعض بزرگوں کے متعلق کفر کے فتوے دیے ہیں ہم ان حضرات کے بارے میں نیک گمان رکھتے ہیں اور یہ نیک گمان حسن ظن کے طور پر نہیں ہے ہماری تحقیق یہی ہے کہ یہ حضرات سچے مومن اور مسلمان ہیں چونکہ نوعیت مسلمہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں

گستاخی ہمارے اور ان کے نزدیک متفقہ طور پر کفر ہے۔ ان کو بعض عبارات سے اس قسم کا وہم ہوا ہے اور انہوں نے حضور ﷺ کی محبت میں مغلوب ہو کر کہا ہے اور مجذوب ہو یا مغلوب دونوں ہی مرفوع القلم ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے حضور ﷺ کی نعت و مدحت میں اور آپ کی فضیلت اور مرتبہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ جو عبارات بطور اعتراض پیش کی جاتی ہیں ملا کر پڑھی جائیں تو بات پوری طرح سمجھ میں آجاتی ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

قارئین حضرات! آپ کی خدمت میں علمائے دیوبند کی کچھ تحریریں جو انہوں نے اپنے مخالف مسلک کے علماء کے متعلق اپنی کتابوں میں لکھی ہیں ہم نے پیش کیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ علمائے دیوبند اپنے مخالف کے ردعمل میں جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے اور تہذیب، شرافت اور شائستگی کی روش کو نہیں چھوڑتے۔ جہاں تک اختلاف کا تعلق ہے تو اختلاف کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ انسانوں کی صورتیں، مزاج اور طبیعتیں مختلف ہیں اس لیے دین فطرت میں اس کا ہونا ضروری تھا۔ حضور ﷺ نے اختلاف کو رحمت فرمایا ہے اس لیے نفس اختلاف مذموم نہیں کیونکہ اس سے علم و حکمت کے دروازے کھلتے ہیں۔ تحقیق و تدقیق کے میدان سامنے آتے ہیں مگر ہمارے زمانے میں کچھ لوگ اختلاف کے ساتھ نفسانیت اور ذاتی بغض و عناد بھی شامل کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے فساد اور تکفیر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور یہی چیز ہر قوم کے لیے زہر ہلاہل اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے غیر قوموں کا محکوم اور غلام بنا دیتی ہے۔

مشہور مستشرق (Orienthlist) پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ عیسائیوں کے زوال اور

مسلمانوں کی فتوحات کی وجوہات بتاتے ہوئے لکھتا ہے: ''جن عیسائی ملکوں پر مسلمانوں کا پہلا حملہ ہوا وہاں کے باشندوں کی حالت یہ تھی کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کا مخالف تھا اور مسیحی علماء ایک دوسرے کے ساتھ دینی عقائد کے دقیق مسائل پر آپس میں لڑ رہے تھے اور مذہبی اختلاف کی خرابیاں اس قدر بڑھ گئیں تھیں کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کی شکست اور تکلیف پر خوش ہوتا تھا۔ اس عمل کے نتیجے میں بہت سے عیسائی اپنے مذہب سے بیزار ہو کر توحید الٰہی کے سیدھے سادے عقیدے کی پناہ میں آ گئے۔

یورپ میں اختلاف مسلک:

یورپ میں اختلاف مسلک پر جو خون کی ہولی کھیلی گئی وہ بڑی عبرت ناک ہے۔ ۱۲۷۸ء میں ایک ''مجلس تفتیش و احتساب'' (Enquisition) قائم کی گئی اس مجلس یا عدالت کا کام یہ تھا کہ جو شخص بھی مسیحی عقائد کے خلاف کوئی بات کہے۔ کتاب لکھے یا تقریر کرے اس کو گرفتار کر کے عمر قید، قتل یا آگ میں جلائے جانے کی سزا دی جائے۔ چونکہ اس وقت سارا اقتدار کلیسا کے پوپ کا تھا اس لیے مذہب کے نام پر لوگوں پر وہ ظلم کے پہاڑ توڑے گئے کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ محکمہ احتساب کی سفاکیوں کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۴۸۱ء سے ۱۸۰۸ء تک اس نے تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو مختلف سزائیں دیں ان بد نصیبوں میں بتیس ہزار انسان ایسے تھے جنہیں زندہ جلایا گیا۔ اسپین کے محکمہ احتساب نے اپنی پہلی سالگرہ اس کارنامے سے منائی کہ ایک سال میں دو ہزار آدمیوں کو زندہ جلایا گیا اور سترہ ہزار کو بھاری جرمانے اور حبس دوام کی سزائیں دیں۔

پادری تارکوئی میڈا مجلس احتساب کا صدر تھا اس شخص نے اٹھارہ برس کے عرصے میں دس ہزار آدمیوں کو زندہ جلایا اور نوے ہزار انسانوں کو دوسری بھیانک سزائیں دیں۔ اس قسم کی آخری کونسل ۱۵۱۲ء میں بیٹھی تھی ان واقعات کے رد عمل میں عیسائیوں میں ایک نیا فرقہ پروٹسٹنٹ Protestent وجود میں آیا جنہوں نے یہ نامعقول اصول ماننے سے انکار کر دیا کہ آسمانی کتاب اور اس کے معنی اور تفسیر کا حق صرف پوپ کو ہے اور اس بات سے بھی انکار کیا کہ پوپ معصوم ہے اور اس کی ہر بات واجب الاطاعت ہے۔ اس فرقے کے وجود سے پورا کلیسا تھرا اُٹھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس تحریک سے ان کے توہمات اور اقتدار کی پوری عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ اس لیے پوپ نے اس فرقے کو مٹانے کے لیے اپنی تمام سفاکانہ قوتوں سے کام لیا اور دونوں میں بھیانک لڑائیاں اور خونریزی ہوئی اور یورپ عرصے تک خون کے سمندر میں تیرتا رہا۔

ہندو پاکستان میں جو مذہبی تفرقہ بازی ہوئی اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے بیج بوئے گئے اس کے رد عمل میں قتل و غارت گری کی وہ صورت تو الحمد للہ نہیں پیدا ہوئی جو کلیسا یعنی پوپ اور عوام کے درمیان یورپ میں خونریزی کی شکل میں پیدا ہوئی تھی مگر یہ بھی اس لیے ہوا کہ مخالف فرقوں میں کوئی بھی صاحب اقتدار نہیں تھا مگر ان کی تحریریں ثابت کرتی ہیں کہ اگر اقتدار ان کے پاس ہوتا جیسے پوپ کے پاس تھا تو شاید ہندوستان بھی اس معاملے میں یورپ سے پیچھے نہیں رہتا اس کے ثبوت میں ذرا یہ واقعہ پڑھیے جو انتہائی عبرتناک اور افسوس ناک ہے۔

حنفی مذہب والوں کا خون حلال ہے:

سید ابوالحسن علی ندوی کے والد مولانا حکیم سید عبدالحئی رحمہ اللہ اپنے سفرنامہ ''دہلی اور اس کے اطراف'' میں رقم طراز ہیں:

یہ قصہ مولوی عبدالعلی (شاگرد و مرید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ) صاحب نے بیان کیا کہ سبزی منڈی یہاں سے بہت قریب ہے اس محلہ میں ایک مولوی صاحب آ کر رہتے تھے وہ غیر مقلد تھے دن کو میاں صاحب کے مدرسے میں رہتے تھے اور رات کو وہاں کرایہ کا مکان تھا اس میں ایک بیوی صاحبہ بھی تھیں۔ اسی محلہ میں ایک بڑی عمر کے میاں جی رہتے تھے وہ پابند اوقات تھے محلہ کے لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔

ایک دن ایک بوڑھی عورت نے ان سے آ کر کہا کہ مولوی صاحب کی بیوی نے آپ کو بلایا ہے۔ کھڑے کھڑے ذرا بات سن لیں۔ میاں جی صاحب وہاں گئے۔ پردے کے پاس بیوی صاحبہ نے آ کر کہا کہ آپ باخدا اور نیک آدمی ہیں مجھ کو للہ اس ظالم کے پنجے سے آزاد کرائیے۔ میں اس کی مرید ہوں یہ شخص میرا پیر ہے۔ میرے خاوند موجود ہیں۔ یہ مجھے دھوکے سے نکال لایا ہے آپ میری مدد فرمائیں میاں جی کو سن کر بہت تعجب ہوا اور واقعی تعجب کی بات ہے۔ میں نے یہاں تک جب قصہ سنا تو مجھے بھی تعجب ہوا۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میاں جی نے اس کی تسلی تشفی کی اور چلے آئے لیکن موقع کے منتظر رہے۔ ایک دن غیر مقلد مولوی صاحب سے تنہائی میں کہا مجھے آپ سے خلوت میں ایک راز کہنا ہے شرط یہ ہے کہ وہ آپ کسی پر ظاہر نہیں کریں گے آپ ہی تک رہے گا۔ انہوں نے کہا فرمایئے ایسا ہی ہوگا۔ میاں جی نے کہا کہ میں آپ کا ہم مذہب غیر مقلد ہوں مگر حضرت کیا کہوں اس

محلے کے لوگ ایسے سخت ہیں کہ آدمی کو جان سے مار دیتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو پاتی اگر میں اظہار کروں تو خدا جانے میری کیا درگت بنے۔ مولوی صاحب بولے آپ فکر نہ کریں اپنا مطلب بیان کریں۔

میاں صاحب نے کہا اصل بات یہ ہے کہ اس محلے میں ایک عورت سے مجھے انتہائی محبت ہے لیکن اس کا خاوند موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی تدبیر ہو جائے کہ وہ عورت میرے پاس آ جائے اور شریعت میں بھی جائز ہو۔ مولوی صاحب بولے یہ کوئی دشوار بات نہیں۔ یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں (یعنی ان کا خون حلال ہے) ان کا مال مال غنیمت ہے اور ان کی بیویاں ہمارے واسطے جائز ہیں آپ اس عورت کو قابو میں لا سکتے ہوں تو شوق سے لایئے۔

میاں صاحب نے کہا بس مجھ کو یہی چاہیے تھا اور وہاں سے واپس آ گئے۔ دوسرے وقت محلے کے بزرگ لوگوں سے پورا قصہ بیان کیا مگر یہ شرط کی کہ ان کو جان سے نہ مارا جائے۔ اس عورت کے خاوند کو بلا کر سارے قصہ سے اس کو آگاہ کر دیا۔ نماز کا وقت آیا تو مولوی صاحب آگے بڑھے تو ایک شخص نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور بری طرح مارا۔ عورت اس کے خاوند کے حوالے کی۔ مجھے اس قصے میں عورت کو نکالنے کے طریقہ پر اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا تعجب اس بات پر ہوا کہ غیر مقلد حنفی حضرات کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔

قارئین حضرات! اب آپ خود نتیجہ نکال لیں کہ اگر ان کی حکومت ہو تو یہ حنفی حضرات کے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔ نجد کے عبدالوہاب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

نفرت، عناد اور ذاتی عداوت نے بعض دین دار لوگوں کو اس قدر اندھا اور بے حس کر دیا

تھا کہ اپنے مخالف کو ذلیل اور نیچا دکھانے میں اس بات کی پروا بھی نہیں کرتے تھے کہ اس فعل سے مذہب اسلام کی سبکی ہوگی اور غیر قومیں شعائرِ اسلام کا مذاق اڑائیں گی۔ ایک واقعہ سنیے:

شاہ اسحاق صاحب کے زمانے میں ایک انگریز پادری جو بہت مشہور اور قابل مانا جاتا تھا دہلی آیا اور علمائے اسلام کو مناظرہ کی دعوت دی۔ اس وقت کے کچھ مولویوں کو شاہ اسحاق صاحب سے کشیدگی تھی۔ انہوں نے پادری سے کہا تم شاہ اسحاق کو مناظرے کا چیلنج دو۔ ان لوگوں کی نیت یہ تھی کہ شاہ اسحاق چونکہ بہت سیدھے اور کم گو تھے اور زبان میں بھی لکنت تھی اس لیے پادری شاہ صاحب کو مات دے دے گا اس طرح ان کی تذلیل ہوگی۔

چنانچہ اس پادری نے شاہ اسحاق صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا جس کو شاہ صاحب نے بے تکلف منظور کرلیا۔ اس پر بہت سے علماء نے شاہ صاحب سے کہا آپ نہ جائیں ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں مگر شاہ صاحب نے فرمایا اس نے خاص طور پر مجھے للکارا ہے اس لیے میں ہی مقابلہ کروں گا۔

چنانچہ دہلی کے لال قلعہ میں سب لوگ جمع ہوگئے۔ مناظرے کے وقت جب پادری شاہ صاحب کے سامنے آیا تو خدا کی قدرت شاہ صاحب کا چہرہ دیکھتے ہی اس کے جسم پر لرزہ پڑ گیا۔ حواس باختہ ہوگئے اور ایک حرف بھی زبان سے ادا نہ کرسکا۔ جب کچھ دیر ہوگئی تو شاہ صاحب نے پادری سے کہا آپ پہلے کچھ فرمائیں گے یا میں ہی عرض کروں۔ اس نے کہا آپ ہی فرمائیں۔ شاہ صاحب نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کا رد ایسے بہترین دلائل کے ساتھ کیا کہ پادری ایک لفظ نہ بول سکا۔ اس نے شاہ

صاحب کی تقریر پر نہ تو کوئی اعتراض کیا اور نہ کوئی سوال کیا۔ جب تمام لوگوں پر پادری کا عجز ظاہر ہوگیا۔ تب شاہ صاحب نے ان لوگوں کی طرف جنہوں نے پادری کو ابھارا تھا اور شاہ صاحب کی ذلت کا تماشا دیکھنے آئے تھے متوجہ ہوکر فرمایا:

"اگر اسحاق کو شکست اور ذلت ہوتی تو کوئی بات نہ تھی مگر اسلام تو تمہارا بھی تھا۔"

(حکایاتِ اولیاء: صفحہ ١٠٥)

غیر منقسم ہندوستان:

غیر منقسم ہندوستان میں تکفیر وتفسیق، فروعی اختلافات اور جماعتی عصبیت پر تبصرہ کرتے ہوئے سیرت محمد علی مونگیری میں لکھا ہے:

ہندوستان کے مقتدر علماء اور نامور شخصیات پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ پوری اُمت مقلدین اور غیر مقلدین میں تقسیم ہوگئی۔ اہل حدیث اور فقہ کے دو الگ الگ گروہ بن گئے اور ایک دوسرے سے اس طرح برسرِ پیکار ہوئے کہ گویا وہ دو مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ ساری طاقت آمین بالجہر، فاتحہ اور رفع یدین پر صرف کردی گئی۔ فقہ کے جزئیات اور مختلف فیہ مسائل پر جن پر اسلام کی بقا اور ترقی کا انحصار نہ تھا بڑی بڑی مناظرانہ کتابیں شائع ہونے لگیں۔ جگہ جگہ مناظرے ہوئے اور طنز وتعریض کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اور اس میں سخت تشدد اور مبالغے سے کام لیا گیا۔ مسجدیں تکفیر وتفسیق کا اکھاڑا بن گئیں جن کو فریقین ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے استعمال کرتے تھے مسجدوں پر لکھا جانے لگا یہ فلاں مسلک کی مسجد ہے اور یہ فلاں مسلک کی ایک دوسرے کی مسجد میں غلاظتیں پھینکنے کی وارداتیں بھی ہونے لگی تھیں۔

انگریز مؤرخ ڈریپر نے اپنی کتاب ''مذہب اور سائنس'' میں ایک جگہ لکھا ہے:

''اسلام کی بڑھتی ہوئی فتوحات کو چارلس مارشل کی تلوار نے نہیں روکا بلکہ ان کے باہمی اختلاف اور فساد سے یورپ کو ان کے ہاتھ سے نجات ملی۔''

اور یہ حق ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنے، اس کی قوت کو پارہ پارہ کرنے اور دشمن کو ان کی صفوں میں گھسنے کا موقع جتنا ان داخلی اختلافات نے دیا ہے اتنا خارجی حملوں نے نہیں دیا مذہبی تفریق اور تعصب اس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ اس کی نظیر شاید ہندوستان کی تاریخ میں نہ اس سے پہلے صدیوں میں ملے گی اور نہ بعد کے زمانے میں۔ بات دشنام طرازی، تکفیر اور افترا پردازی سے بڑھ کر مقدمہ بازی اور فوجداری تک جا پہنچی تھی اور ایک دو نہیں خاصی تعداد میں ایسے مقدمے غیر مسلموں کی عدالت میں پیش ہونے لگے جن پر غیر مسلم معاشرے کو ہنسنے کا موقع ملتا تھا۔

مولانا محمد علی مونگیری کا خط مولوی احمد رضا خاں کے نام:

اسی صورت حال کو دیکھ کر مولانا محمد علی مونگیری نے مولوی احمد رضا خاں کو کئی خط لکھے ایک خط جو ۱۳۱۳ھ میں لکھا گیا اس کا آخری پیراگراف یہ ہے:

''اب جیسے اخراج عن المساجد کا فتویٰ مشتہر ہوا جب سے ہمارے گروہ کو ذلت کا سامنا ہوا۔ کافر حاکموں کے سامنے ہم مجرموں کی طرح پکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ ہمارے دین و ایمان کی کتابیں ان کے پیروں پر رکھی جاتی ہیں۔ ہم اور ہمارے علماء کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں اور ہمارے مخالفین کو ڈگریاں ملتی ہیں۔ افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی یہ ذلت ذرا نظر نہیں آتی۔ مولانا! خدا کے لیے غور کیجئے اور دشمنان دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔''

فتنہ وہابیت

قارئین حضرات! جو کچھ ہم نے اب تک لکھا گو بہت اختصار کے ساتھ لکھا ہے مگر اس کے مطالعہ سے آپ کو اس معاشرے کی نفسیات اور ماحول کی تلخی اور کشیدگی کو سمجھنے میں آسانی ہوگی جس میں تکفیر کے ساتھ ساتھ دیوبند کے علماء پر وہابی ہونے کا بھی الزام لگایا گیا۔ یہ الزام کیوں لگایا؟ کب لگایا اور کس پس منظر میں لگایا؟ اس کے متعلق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''نقش حیات'' میں لکھتے ہیں:

''مدینہ شریف میں مولوی احمد رضا خاں اپنے رسالہ حسام الحرمین جس میں انہوں نے علماءِ دیوبند کی تکفیر کی تھی مدینہ شریف کے علماء سے اس پر ان کی تصدیق کی مہر حاصل کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ (مؤلف) مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ ہم بالکل بے خبر تھے (کہ ہمارے خلاف یہاں کیا کوششیں ہو رہی ہیں) کہ خبر ملی کہ رسالہ حسام الحرمین پر علمائے مدینہ کے دستخط لیے جا رہے ہیں اور ہمارے اور اساتذہ کرام سے متعلق وہابیت کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

قارئین حضرات! آگے جس کتاب کا ہم نے ''مہند'' کے نام سے حوالہ دیا ہے اس میں ان ۲۶ سوالوں کا جواب ہے جو علمائے حرمین نے رسالہ ''حسام الحرمین'' میں علمائے دیوبند پر لگائے ہوئے یہی الزامات اور بہتان پڑھ کر ان سے کیے تھے اور یہاں سے ان سوالوں کے جوابات بھیجے گئے تھے ان کو پڑھ کر مشائخ اور علمائے حرمین بہت خوش ہوئے اور ان جوابات کو عین کتاب وسنت کے مطابق پایا۔